قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أوثق عرى الإيمان الموالاة في الله والمعاداة في الله والحب في الله والبغض في الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط کنڈا اللہ کیلئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے نفرت ہے (احمد، حاکم، طبرانی، ابن ابی شیبة)

الولاء والبراء

دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار

تالیف
الشیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان
رکن فتاویٰ کمیٹی سعودی عرب

ترجمہ وتقدیم
عبداللہ ناصر الرحمانی

ناشر



مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام

سلسلہ احیاء منہج السلف ⑤

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اوثق عری الایمان الموالاۃ فی اللہ والمعاداۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط کڑا اللہ کیلئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی

اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے نفرت ہے (احمد، حاکم، طبرانی، ابن ابی شیبۃ)

الولاء والبراء

دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار

تالیف

الشیخ صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان

رکن فتاوی کمیٹی سعودی عرب

ترجمہ وتقدیم

عبد اللہ ناصر الرحمانی



ناشر

مکتبہ عبد اللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام



نام کتاب : الولاء والبراء دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار

مولف : شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان (حفظہ اللہ)

مترجم : شیخ عبداللہ ناصر رحمانی (حفظہ اللہ)

صفحات : ۳۷

ناشر : مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمہ کتب الاسلام



فہرست مضامین

نمبر شمار

☆ مقدمہ از مترجم	6
☆ مقدمہ از مؤلف	12
☆ کفار سے محبت کی علامات	15
(۱) لباس و گفتار کی تقلید	15
(۲) ان کے علاقوں میں اقامت اختیار کرنا	16
(۳) محض تفریح کی خاطر کفار کے علاقوں کا سفر اختیار کرنا	17
(۴) مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی مدد کرنا اور ان کا دفاع کرنا	17
(۵) کفار کی مدد چاہنا اور ان پر اعتماد کرنا، انہیں مسلمانوں کے خفیہ رازوں سے متعلق عہدوں پر فائز کرنا، انہیں اپنا ہمراز یا مشیر بنانا	17
(۶) کفار کے ہاں مروجہ تاریخ کو اپنانا	19
(۷) کفار کے تہوار میں شرکت	20
(۸) کفار کی مدح سرائی اور ان کی تہذیب و تمدن کی تعریف و تشہیر	21
(۹) کفار کے نام رکھنا	22
(۱۰) کفار کے حق میں دعا کرنا	23
☆ مومنین سے محبت کی علامات	23
(۱) سرزمینِ کفر کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف منتقل ہونا	23
(۲) مسلمانوں کے ساتھ حسن تعاون	24
(۳) مسلمانوں کی تکلیف پر غمزدہ ہونا اور انکی خوشی پر خوش ہونا	25
(۴) جذبۂ خیر خواہی	25
(۵) عزت و احترام کی فضاء	26

(۶) ہر حال میں وفاداری 27
(۷) زیارتوں اور ملاقاتوں کا تسلسل 27
(۸) باہمی حقوق کا احترام 28
(۹) کمزور کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ 28
(۱۰) دعاءِ خیر 29
☆ محبت یا نفرت کا حقدار ہونے کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام 33
(۱) خالص محبت کیئے جانے کے مستحق افراد 33
(۲) صرف بغض وعداوت رکھے جانے کے اہل افراد 34
(۳) وہ افراد جو محبت اور عداوت دونوں کے مستحق ہیں 35

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع سوم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین ،والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین ،وعلی الہ وصحبہ الطیبین الطاھرین ومن اقتدی بھدیھم وسن بسنتھم الی یوم الدین ،اما بعد

اہلِ علم کے کلام میں ''نواقضِ ایمان'' کی اصطلاح کا جابجا تذکرہ ملتا ہے۔اس اصطلاح سے ان کا مقصود ومدعا ایسے امور کا تذکرہ ہوتا ہے جو بندے کے ایمان کو توڑ ڈالتے ہیں۔ان امور میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے بندہ دولتِ ایمان سے یکسر محروم ہوکر وادیٔ ارتداد میں کود جاتا ہے، پھر اس کی گزشتہ عمر کی تمام نیکیاں رائیگاں چلی جاتی ہیں،اور وہ شخص ملتِ اسلام سے خارج قرار دے دیا جاتا ہے، جب اس کی موت آتی ہے تو اس کا ایک گناہ بھی بخشش ومعافی کے قابل نہیں ہوتا اور قیامت کے دن یہ شخص خالداً مخلداً (ہمیشہ ہمیشہ کیلئے) واصلِ جہنم ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (المائدۃ:۵)

ترجمہ: (اور جو ایمان کے ساتھ کفر کر بیٹھے اس کے تمام عمل برباد ہوجائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں کی صف میں ہوگا)

ہماری اس تقریر سے قارئینِ کرام کو نواقضِ ایمان کی خطرناکی اور بھیانک پن کا اندازہ ہوگیا ہوگا،اور ظاہر ہے کہ ایمان تو اصل واساس کی حیثیت رکھتا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث [ولا تدخلوا حتی تؤمنوا] کے بمصداق ایمان کے بغیر کسی شخص کو جنت کا داخلہ نصیب نہیں ہوگا،لیکن جس کا ایمان ہی کسی ناقض امر کے ارتکاب کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجائے ،تو اسے نہ تو دنیا کی سعادت میسر آئے گی نہ آخرت کی فلاح ونجاح ،لہذا ایک مکلّف کو جس طرح ایمان وعقیدہ کی

معرفت اوراس کی لذت وحلاوت سے سرشار ہونا ضروری ہے، اس قدر ''نواقضِ ایمان'' یعنی ایمان کوتوڑنے اورزائل کرنے والے امور کی پہچان ضروری ہے، تا کہ وہ ان خطرناک امور میں سے کسی بھی امر کے ارتکاب سے بچ سکے، اوراپنے ایمان کومحفوظ ومقبول بنالے، بصورتِ دیگر ایمان کا خاتمہ اوراسکے نتیجہ میں ابدی بربادی کا ناقابلِ تلافی نقصان کاخمیازہ بھگتنا پڑے، گا۔

واضح ہوکہ نواقض، ناقض کی جمع ہے، ناقض ہراس چیز کو کہتے ہیں جوکسی بھی مبرم اور قطعی امر یا عقد یا ٹھوس عمارت کوتوڑدے۔ ''نواقضِ ایمان'' سے مراد وہ امور ہیں جن میں سے کسی ایک کو اپنانے سے، ایمان جیسی ٹھوس چیز ٹوٹ جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں اس اصطلاح کا ذکر ملتا ہے :

عن ابی امامة الباهلی ﷺ عن الرسول الله ﷺ قال: [لتنقض عری الاسلام عروة عروة فكلما انتقضت عروة تشبث الناس بالتي تليها وأولهن نقضا الحكم وآخرهن الصلاة]

ترجمہ: ابوامامۃ الباھلی ؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اسلام کے تمام کنڈے ایک ایک کرکے ٹوٹ جائیں گے، جب بھی کوئی کنڈا ٹوٹے گا، لوگ اگلے کے درپے ہوجائیں گے، سب سے پہلے حاکمیت کا کنڈہ ٹوٹے گا اورسب سے آخر میں نماز کا......] (مسند احمد (۲۲۳/۴) مستدرک حاکم (۲۹۲/۴۱) امام حاکم نے اس حدیث کوصحیح کہا ہے)

واضح ہوکہ کتبِ فقہ میں ''نواقضِ ایمان'' کی اصطلاح کو ''ردہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا معنیٰ مرتد ہونا ہے، یعنی قبولِ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا ارتکاب جو بندے کے ارتداد کا سبب بن جائے، یعنی وہ امراس کے ایمان کے توڑنے اورختم کرنے کا باعث بن جائے، یہی نواقضِ ایمان کی اصطلاح کا مقصود ہے۔

نواقض کی دوقسمیں ہیں(۱) قولی (۲) فعلی

قولی نواقض سے مراد ایسی باتیں یا کلمات جن کے اظہار یا ادائیگی سے بندے، کا ایمان ختم ہوجاتا

ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو یا کسی بھی نبی کو گالی دینا، غیر اللہ سے دعاء یا استغاثہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے ایسی گفتگو کرنا جو صفاتِ باری تعالیٰ میں کسی الحاد مثلاً: انکار، تعطیل یا مخلوقات سے تشبیہ کی موجب ہو، نبوت کا دعویٰ کرنا، جبکہ نبوت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے، کتاب وسنت سے ثابت شدہ حقائق میں سے کسی حقیقت کا انکار کر دینا، مثلاً: کوئی شخص ملائکہ یا جنوں کے وجود کا انکار کر دے، یا روزِ آخرت کا انکار کر دے، یا جنت وجہنم کے وجود کا انکار کر دے، یا تقدیر کا انکار کر دے یا واقعہ اسراء ومعراج کا انکار کر دے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شعائرِ دین میں سے کسی چیز کا استہزاء کرنا اور مذاق اڑانا بھی ایمان کے قولی نواقض میں سے ہے۔

فعلی یا عملی نواقض سے مراد ایسے اعمال وافعال ہیں جو ایمان سے متناقض ہیں، اور کسی صورت ایمان کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکتے، مثلاً: غیر اللہ کو سجدہ کرنا، مصحف (قرآن مجید) کی استہانت اور بے حرمتی کرنا، حکم بغیر ما انزل اللہ، جادو سیکھنا، سکھانا، کسی پہ کرنا یا کروانا، یا جادو ہو جائے تو اسے جادو کے ذریعہ زائل کرانا، یا نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جانا اور ان کی خبروں کی تصدیق کرنا، نماز کا ترک کرنا، یا علماء وصالحین کے علم وصلاح کا مذاق اڑانا یا دین سے مکمل اعراض اور ترکِ تعلق کی روش پر قائم ہونا (یعنی نہ تو دین کو سیکھا اور نہ کبھی کسی مسئلہ پر عمل کیا) وغیرہ وغیرہ۔

قارئین کرام! اس مختصر سے مقدمہ میں ہمارا مقصود مکمل نواقضِ ایمان پر بحث نہیں، ہم نے محض تقریبِ مسئلہ کیلئے چند مثالوں پر اکتفاء کیا ہے، یہ مختصر سا رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس کا موضوع ''الولاء والبراء'' ہے، یعنی دوستی یا دشمنی، محبت یا نفرت کی شرعی بنیادیں کیا ہیں؟ یہ بڑی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے، اسے صحیح طور پر سمجھنا اور پھر اعتقاداً وعملاً اس کا صحیح حق ادا کر دینا مکملاتِ ایمان میں سے ہے، [من أحب لله و أبغض لله و أعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان]

دوستی، دشمنی، محبت اور نفرت یہ سب عبادات ہیں، اور ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی سے دوستی یا محبت کا رشتہ قائم کرنا ہے تو اللہ کیلئے، اور دشمنی اور نفرت کا مظاہرہ کرنا ہے تو وہ بھی اللہ کیلئے، بس یہی اس مسئلہ کی مرکزیت ہے'' ألا كل شيء ما خلا الله باطل''

عن عبد الله بن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : [أوثق عرى الايمان الموالاة في الله والمعاداة في الله والحب في الله والبغض في الله](رواه الطبرانی وصححه الالبانی، الجامع الصغیر(۲۵۳۵)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ایمان کا سب سے مضبوط کنڈہ اللہ کیلئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی ہے اور اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے نفرت کرنا ہے]

یادرکھیئے، عقیدہ ''الولاء والبراء'' ایمان کا سب سے مضبوط کنڈہ ہے، بلکہ صحت وقبول ایمان کی بنیادی شرط ہے، اس عقیدہ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں خلل یا اضطراب نواقضِ ایمان میں شمار ہوتا ہے۔

ولاء اور براء اگرچہ دونوں قلبی اعمال ہیں، لیکن ان دونوں کا مظہر بندے کے ظاہری اعمال وتصرفات ہیں، کچھ ظاہری علامات ہیں جن سے ولاء یعنی مؤمنین سے الفت ومحبت اور براء یعنی کفارومشرکین سے نفرت وعداوت کا اظہار ہوتا ہے، ان صور وعلامات کا تفصیلی بیان زیرِ نظر رسالہ میں موجود ہے۔

شیخ عبداللطیف بن حسن آل شیخ فرماتے ہیں:

فالولاء للمؤمنين يكون بمحبتهم لايمانهم ونصرتهم والنصح لهم والدعاء لهم والسلام عليهم وزيارة مريضهم وتشييع ميتهم واعانتهم والرحمة بهم وغير ذلك.

وا لبراء من الكفار تكون ببغضهم دينا، ومفارقتهم وعدم الركون اليهم اوالاعجاب بهم والحذر من التشبه بهم وتحقيق مخالفتهم شرعا وجهادهم بالمال واللسان والسنان ونحو ذلك من مقتضيات العداوة في الله. (انتهى كلامه)

ترجمہ: مؤمنین سے ولاء کی علامات یہ ہیں کہ ان سے ان کے مؤمن ہونے کی وجہ سے محبت کی

جائے، ان کی نصرت کی جائے، ان کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ روا رکھا جائے، ان کیلئے دعائیں کی جائیں، ملاقات پر انہیں سلام کہا جائے، بیمار ہوں تو عیادت کی جائے، فوت ہونے پر جنازہ میں شرکت کی جائے، بوقتِ ضرورت اعانت کی جائے، اور شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جائے وغیرہ۔

جبکہ کفار سے براء کی علامات یہ ہیں کہ ان کے ناپاک ونجس دین کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جائے، ان سے علیحدگی اختیار کی جائے، ان کی طرف کسی قسم کا قلبی جھکاؤ اور میلان نہ ہو، نہ ہی ان کے کسی کارنامے پر خوش ہوا جائے، ان سے کسی بھی قسم کا تشبہ اختیار کرنے سے یکسر گریز کیا جائے بلکہ شریعت نے جن چیزوں میں ان کی مخالفت اختیار کرنے کی تلقین کی ہے ان میں پوری شدومد کے ساتھ انکی مخالفت کی جائے (حسبِ موقع) ان سے مال، زبان اور تلوار کے ساتھ جہاد کیا جائے، اسی طرح دیگر بہت سے ایسے امور ہیں جو ان کے ساتھ اظہارِ عداوت کے متقضی ہیں۔ (انتہی کلامہ)

برادرانِ اسلام! ولاء یا براء کی مظہر ان علامات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کردار کا جائزہ لیجئے، یہ بڑا ضروری اور متعین امر ہے، کیونکہ ولاء و براء کا عقیدہ ایمان کا سب سے مضبوط کنڈہ ہے، اور ہر بندے کیلئے ایک کڑا امتحان ہے۔ بالخصوص وہ لوگ اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کریں جو بلادِ کفر کو بلادِ اسلام پر بڑے فخریہ انداز سے ترجیح دیتے ہیں، مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار سے زیادہ محبت کرتے ہیں، خصائلِ ایمان کے مقابلہ میں خصائلِ کفر (جو درحقیقت رزائل ہیں) کی تعریف میں پیش پیش رہتے ہیں، کفار کے ایجنٹ اور آلۂ کار بن کر بلادِ اسلام میں فساد برپا کرنے اور مسلمانوں کی بربادی اور ہلاکت کی پلاننگ کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

اپنی سائنسی مہارات وایجادات سے کفار کو فائدہ پہنچارہے ہیں بلکہ وسائلِ حرب وضرب ایجاد کرکے انہیں کفار کے سپرد کردیتے ہیں تاکہ وہ انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں۔ مسلمانوں کی ہلاکت کے سلسلہ میں کفار کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہیں بلکہ ان پر حملہ کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

بلادِ کفار کی نیشنلٹی حاصل کرکے اپنی پوری زندگی وہاں گزار دیتے ہیں اور یہ پوری زندگی ان کے

تمام قوانین کی پیروی کرتے ہوئے بسر کردیتے ہیں، ہم نے بعض مسلمانوں کو اپنے تجارتی مراکز میں صلیب تک فروخت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (فانا للہ وانا الیہ راجعون)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کیجئے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (المائدۃ:۵۷)

ترجمہ: (مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں (خواہ) وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں اگر تم مؤمن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو)

بہر حال، ہم نے الولاء والبراء ہی کے تحت اپنے جملہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر یہ چند سطور تحریر کردی ہیں، نیز اس مختصر مگر انتہائی جامع اور نافع رسالہ کا تیسرا ایڈیشن ہدیۂ قارئین کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس انتہائی اہم اور حساس مسئلہ کے تعلق سے ہمیں راست اقدام کی توفیق مرحمت فرمائے، ہمیں ایمان پر قائم رکھے، اور اسی پر خاتمہ ہوجائے۔ والله ولي التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين.

کتبہ/ عبداللہ ناصر الرحمانی

مدیر: مکتبہ عبداللہ بن سلام لترجمۃ کتب الاسلام کراچی پاکستان

۲۰ رجب ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله و الصلاة و السلام علی نبینا محمد و آله و صحبه و من اهتدی هداه و بعد:

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کے بعد ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ محبت اور اسکے دشمنوں کے ساتھ عداوت ونفرت قائم کی جائے۔ چنانچہ عقیدۂ اسلامیہ جن قواعد پر قائم ہے، ان میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ یہ ہے کہ اس پاکیزہ عقیدے کو قبول کرنے والا ہر مسلمان اس عقیدے کے ماننے والوں سے دوستی اور نہ ماننے والوں سے عداوت قائم و بحال رکھے اور یہ شرعی فریضہ ہے کہ ہر صاحبِ توحید سے محبت کرے اور اسکے ساتھ دوستی کا رشتہ استوار رکھے، اسی طرح ہر شرک کرنے والے سے بغض رکھے اور اسکے ساتھ عداوت کی راہ پر قائم رہے۔

سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کا یہی اسوۂ حسنہ ہمارے لئے بطور خاص قرآنِ حکیم میں نقل کیا گیا ہے اور ہمیں ملتِ ابراھیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ **(الممتحنة :۴)**

ترجمہ: (تحقیق تمہارے لئے ابراھیم علیہ السلام اور انکے رفقاء میں ایک اچھا نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو، ان سب سے بے تعلق اور ناراض ہیں، ہم تمہاری اس روش کا انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان نہیں لے آتے، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض قائم رہے گا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی بھی یہی تعلیم ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾(المائدة:۵۱)

ترجمہ: (اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے انہیں دوست بنائے گا وہ بلاشبہ انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)

یہ آیت مبارکہ بطور خاص اہل کتاب سے دوستی وتعلق قائم کرنے کی حرمت وممانعت پر دلیل ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر ہر قسم کے کافروں سے دوستی قائم کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔

﴿ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ ﴾ (الممتحنة:۱)

ترجمہ: (اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے کفار کی دوستی بھی مسلمانوں پر حرام قرار دے دی ہے، جو خونی رشتے اور نسب کے اعتبار سے انتہائی قریب ہوں۔ فرمایا:

﴿ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (توبہ:۸)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتے ہیں، تو ان سے دوستی مت رکھو اور تم میں سے جو بھی ایسوں سے دوستی رکھیں گے وہ یقیناً ظالم ہیں)

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ﴾ (المجادلة: ۲۲)

ترجمہ: (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں، انہیں تم ایسے لوگوں سے دوستی رکھنے والا نہیں پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے دشمنی رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے (ماں) باپ، اولاد، (بہن) بھائی یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں)

آج اس عظیم شرعی قاعدے سے بہت سے لوگ غافل اور نا آشنا ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے تو ایک عرب ریڈیو سے ایک ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو عالم اور داعی سمجھتا ہے، یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نصاریٰ

ہمارے بھائی ہیں۔ہائے افسوس! یہ بات کتنی خطرناک ہے۔

براد رانِ اسلام !

جس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار اور عقیدۂ اسلامیہ کے دشمنوں کی دوستی کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح ان کے مقابل مسلمانوں (مومنوں) سے دوستی قائم کرنے اور محبت رکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾

(المائدۃ : ۵۶)

ترجمہ: (تمہارے دوست تو صرف اللہ تعالیٰ، اسکا رسول اور مؤمن لوگ ہی ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرنے والے ہیں۔اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور مؤمنوں سے دوستی کرے گا (تو وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل ہے) اور اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب ہو کر رہنے والی ہے)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

(الفتح : ۲۹)

ترجمہ: (محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر بہت سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں)

نیز فرمایا : ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ (الحجرات : ۱۰)

ترجمہ: (بے شک مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)

ثابت ہوا کہ دین اور عقیدے کا تعلق اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ اس نے تمام اہلِ ایمان کو اخوت اور بھائی چارے کے انتہائی پاکیزہ رشتے سے منسلک کر دیا ہے، خواہ ان کے حسب ونسب، قوم ووطن، ذات وبرادری اور زمان ومکان میں کتنی ہی دوری اور تفاوت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾(الحشر:١٠)

ترجمہ:(اور ان کے لئے بھی جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، کہ جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کے واسطے ہمارے دلوں میں کینہ (بغض) نہ پیدا ہونے دے۔اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

لہذا تمام مؤمن اول تا آخر زمان ومکان کی دوریوں سے بالکل بے نیاز وربالاتر آپس میں رشتۂ اخوت سے منسلک ہیں، ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں ایک دوسری کی اقتداء کرتے ہیں، ایک دوسرے کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور استغفار کرتے رہتے ہیں۔

کفار سے محبت کی علامات

دوستی اور دشمنی کی ان حدود کی معرفت کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں دوستی اور دشمنی کی بڑی واضح علامات بیان کی گئی ہیں۔(ان علامات کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اپنے آپ کو تول سکتا ہیں کہ وہ کس قدر اسلام کے دوستی اور دشمنی کے معیار پر پورا اتر رہا ہے)

اولاً:

ہم ان امور کو بیان کرتے ہیں جو کفار سے دوستی اور محبت کی دلیل ہیں۔جو درج ذیل ہیں

(۱) لباس وگفتار کی تقلید

یعنی ہم اپنے لباس وگفتار میں جس قوم کی نقل کریں گے تو گویا ان سے اپنی محبت کا اظہار کررہے ہیں، کیونکہ لباس وگفتار وغیرہ میں کسی قوم کی تشبیہ ان سے محبت ہی کی دلیل ہے۔اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ]

ترجمہ:(جو کسی قوم کی نقالی کرے گا، وہ انہیں میں سے شمار ہوگا)

لہذا کفار کی وہ عادات، عبادات، اخلاق اور طور طریقے جو ان کا خاصہ بن چکے ہیں، میں انکی تشبیہ اختیار کرنا حرام ہے۔ مثلاً: داڑھی منڈوانا، لمبی مونچھیں رکھنا، بلاضرورت انکی زبان بولنا، لباس میں انکی نقل اتارنا اور کھانے پینے میں انکے طور وطریقے اختیار کرنا وغیرہ۔

(۲) ان کے علاقوں میں اقامت اختیار کرنا

یعنی کفار کے علاقوں میں مستقل اقامت اختیار کر لینا اور مسلمانوں کے علاقوں میں سکونت پذیر ہونے سے گریز کرنا بھی ان سے محبت کی دلیل ہے۔

حالانکہ محض اپنے دین کے تحفظ کے خاطر کفار کے علاقوں سے بچ نکلنا اور مسلمانوں کی سرزمین میں سکونت اختیار کرنا ایک شرعی مطلوب ہے۔ بلکہ اس عظیم الشان مقصد کے حصول کیلئے ہجرت کرنا ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے، کیونکہ سرزمین کفر میں سکونت پذیر ہونا کفار سے محبت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ایک مسلمان کا اگر وہ ہجرت پر قادر ہو، کفار کے درمیان رہنا حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:-

﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۙ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا ﴾(النساء : ۹۷،۹۸)

ترجمہ:(جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں، کہ تم کس حال میں تھے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالی کا ملک فراخ نہیں تھا، کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی راستہ جانتے ہیں، قریب ہے کہ اللہ تعالی ایسوں کو معاف کر دے، اور اللہ تعالی معاف کرنے والا ہے اور بخشنے والا ہے۔)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سرزمین کفر میں سکونت پذیر ہونے والوں کا اللہ تعالی کے ہاں کوئی عذر

قابلِ قبول نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ کمزور ہیں اور ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے، انہیں کچھ چھوٹ ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی نا قابلِ گرفت ہیں جن کے سرزمینِ کفر میں رہنے میں کوئی دینی مصلحت ہو۔ مثلاً: ان علاقوں میں دعوت الی اللہ اور اسلام کی نشر و اشاعت کا کام کر رہے ہوں۔ (بلکہ یہ تو عظیم جہاد ہے)۔

(۳) محض تفریح کی خاطر کفار کے علاقوں کا سفر اختیار کرنا

کفار کے علاقوں کا سفر کرنا نا جائز ہے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو۔ مثلاً علاج یا تجارت کی غرض سے یا ایسے مفید قسم کے مضامین کی تعلیم کی خاطر جن کا حصول اس سفر کے بغیر ممکن نہ ہو، تو ان حالات میں کفار کے علاقوں میں بقدرِ ضرورت سفر کر کے جانا جائز ہے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو فوری طور پر اپنے علاقوں کی طرف رجوع واجب ہے۔

لیکن اس سفر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر کرنے والے پر اپنے دین اسلام کا رنگ غالب ہو۔ شر اور فساد کے مقامات سے دور اور نفور ہو، دشمن کے مکر و فریب سے چوکنا اور محتاط ہو۔

اسی طرح کفار کے علاقوں کی طرف دعوت الی اللہ اور تبلیغ اسلام کی خاطر سفر کرنا جائز بلکہ بعض حالات میں واجب ہے۔

(۴) مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی مدد کرنا اور ان کا دفاع کرنا

یہ بھی کفار سے محبت کی علامت ہے بلکہ یہ فعلِ قبیح تو انسان کو یکسر اسلام کی دولت سے ہی محروم کر دیتا ہے اور اسے مرتد بنانے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ ہم اس مرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(۵) کفار کی مدد چاہنا اور ان پر اعتماد کرنا اور انہیں مسلمانوں کے خفیہ رازوں سے متعلق عہدوں پر فائز کرنا، اور انہیں اپنا ہمراز یا مشیر بنانا

یہ سب ان کی محبت کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں۔

﴿يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۤءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ . هٰۤاَنْتُمْ اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾

(آل عمران:۱۱۸تا۱۲۰)

ترجمہ: (مومنو! کسی غیر مذہب کے آدمی کو اپنا راز داں نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔ دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو، حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے، اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور پھر جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ (بدبختو!) اپنے غصہ ہی میں مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔)

ان آیات کریمہ نے واضح کر دیا کہ کفار کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کس قدر کینہ اور بغض چھپا ہوا ہے۔

وہ مسلمانوں کے خلاف مکر و خیانت کی کیا کیا تدبیریں اور پالیسیاں مرتب کرتے رہتے ہیں۔

ہر حیلہ اور وسیلہ بروئے کار لا کر مسلمانوں کو مبتلائے ضرر رکھنا ان کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے۔

مکر و فریب سے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد ان کی مضرت و تذلیل کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر

ﷺ سے کہا "میرے پاس ایک عیسائی کاتب ہے" تو امیر المؤمنین نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے۔ عیسائی کاتب رکھنے کی کیا سوجھی کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا!

﴿اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔﴾ تم نے کوئی مسلمان کاتب کیوں نہ رکھا؟ میں نے کہا: امیر المؤمنین اس کا دین اس کے لئے ہے۔ مجھے تو اپنی کتابت چاہیے۔ فرمایا:

"جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل ورسوا کر دیا ہے میں انہیں عزت وکرامت نہیں دے سکتا اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے دور کر دیا۔ میں انہیں اپنے سے قریب نہیں کر سکتا"

مسند احمد اور صحیح مسلم میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے لئے نکلے۔ تو ایک مشرک آدمی بھی ساتھ ہولیا اور حرہ مقام پر ملاقات کرتے ہوئے اس نے آپ ﷺ سے جنگ میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [کیا تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟] اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: [تم واپس لوٹ جاؤ۔ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیا کرتے]

ان دلائل سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کے امور سے متعلق کفار کو کسی منصب پر فائز کرنا حرام ہے، کیوں کہ وہ اس طرح مسلمانوں کے حالات اور خفیہ بھید بڑی آسانی سے حاصل کر لیں گے اور نتیجۃً ان کی ضرر رسانی کا سامان تیار کرنے کی سازشیں کرنے لگیں گے۔

آج کل کفار کو مسلمانوں کی سرزمین، حرمین شریفین پر مزدور، کاریگر، ڈرائیور یا خدمت گار کے طور پر لایا جا رہا ہے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے علاقوں میں مخلوط زندگی بسر کر رہے ہیں بلکہ گھروں میں مربی کی حیثیت سے رکھا جا رہا ہے اور وہ مسلمانوں کی فیملیوں کے ساتھ مخلوط زندگی گزار رہے ہیں۔

آج کے دور میں یہ روش حرمت اور انجام کار کی تباہی کے اعتبار سے سابقہ روش سے کوئی مختلف نہیں ہے۔

(٦) کفار کے ہاں مروجہ تاریخ کو اپنانا:

یعنی جو تاریخ بلادِ کفر میں رائج ومستعمل ہے، اسے اختیار کر لینا بھی ان سے محبت کی دلیل ہے۔ پھر

خاص طور پہ ایسی تاریخ جو ان کی کسی مناسبت یا عید کی ترجمانی کر رہی ہو، مثلاً: عیسوی تاریخ

عیسوی تاریخ:۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی یادگار کے طور پر ہے، یہ تاریخ عیسائیوں نے خود اختراع کی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے اس تاریخ کا کوئی تعلق نہیں ہے، لہذا اس تاریخ کا رواج و استعمال، ان کے اشعار اور عید کو زندہ کرنے میں ان کے ساتھ مشارکت کے مترادف ہے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مسلمانوں کے لئے تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو کفار کی مروجہ تمام تاریخوں کو ٹھکرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تاریخ مقرر کردی۔

اس سے ثابت ہوا کہ تاریخ کے تقرر اور اس قسم کے دیگر کفار کے خصائص میں ان کی مخالفت کرنا ایک شرعی فریضہ ہے..... واللہ المستعان

(۷) کفار کے تھوار میں شرکت

کفار کے تہواروں میں شرکت کرنا یا ان کے تہواروں کے انعقاد میں ان کے ساتھ تعاون کرنا یا ان کے تہواروں کی مناسبت سے انہیں مبارک بادی کے پیغامات بھیجنا، یہ سب ان سے دوستی اور محبت کے نشانات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفات میں ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَايَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ (الفرقان:۷۲) [۱]

اى مِنْ صِفَاتِ عِبَادِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمْ لَايَحْضُرُوْنَ اَعْيَادَ الْكُفَّارِ

جس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ رحمٰن کے نیک بندے کفار کے تہواروں اور ان کی عیدوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

---

[۱] الزور (یعنی جھوٹ) میں ان محفلوں میں شریک ہونا بھی شامل ہے جو بدعت پر قائم ہیں، اس قسم کی محفلیں کذب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے دین کے مخالف اور معاند ہیں اور قطعی طور پر دین کے مفاد میں نہیں ہیں۔

(۸) کفار کی مدح سرائی اور ان کی تہذیب و تمدن کی تعریف و تشہیر

یعنی کفار کی مدح سرائی اور ان کی تہذیب وتمدن کی تعریف وتوصیف اور ان کے عقائد باطلہ اور صرف نظر کرتے ہوئے ان کے اخلاق اور مہارات سے خوش ہونا، یہ سب ان کی محبت کی علامات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ (طہ: ۱۳۱)

ترجمہ: (اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے، تاکہ ان کی آزمائش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا۔ اور تمہارے پروردگار کی عطا فرمائی ہوئی روزی بہت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔)

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان اپنی قوت اور استحکام کے اسباب ہی چھوڑ کر بیٹھ جائیں بلکہ ان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ مختلف صنعتوں کی تعلیم حاصل کریں، اقتصادیات کو مستحکم کرنے والی جائز راہیں اپنائیں اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے ہم آہنگ عسکری اور حربی اسالیب کی تعلیم حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال : ٦)

ترجمہ: (جس قدر طاقت ہو تیر اندازی (وغیرہ) سیکھ کر کفار کے مقابلے میں تیار رہو)

کائنات کے یہ تمام وسائل ومنافع درحقیقت مسلمانوں ہی کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الاعراف: ۳۲)

ترجمہ:(پوچھو کہ جو زینت و آرائش اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو! کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خالص انہی کا حصہ ہونگی)

نیز فرمایا:۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِنْهُ ﴾(الجاثیۃ:۱۳)

ترجمہ:(اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے ہی واسطے مسخر کیا ہے۔)

نیز فرمایا:۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾(البقرۃ:۲۹)

ترجمہ:(اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے ہی واسطے پیدا کیا ہے)

تو پھر یہ ضروری ٹھہرا کہ مسلمان ان منفعتوں اور قوتوں کے حصول میں سب سے آگے ہوں اور کفار کو یہ چیزیں حاصل کرنے کا موقع فراہم نہ کریں۔ یہ تمام کارخانے، فیکٹریاں مسلمانوں ہی کا حق اولین ہے۔

(۹) کفار کے نام رکھنا:

بعض مسلمان اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے اجنبی نام رکھتے ہیں اور اپنے آباؤ واجداد کے نام، یا ایسے نام جو ان کے معاشرے میں معروف ہوتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[خَيْرُ الْاَسْمَاءِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ]

ترجمہ:(بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں)

ناموں کی اس تبدیلی کے مرض کے عام ہونے کی وجہ سے باقاعدہ ایسی مسلمان نسلیں وجود میں آگئیں، جو مغربی ناموں کی حامل ہیں۔ نتیجۃً سابقہ نسلوں سے رشتہ وناطہ توڑ بیٹھیں اور ایسے خاندانوں سے تعارف کا سلسلہ بھی مفقود ہو گیا، جنہوں نے اپنے مخصوص اسلامی ناموں کو اپنائے رکھا۔

(۱۰) کفار کے حق میں دعا کرنا:

کفار کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعا کرنا بھی ان سے محبت کی دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے اور فرمایا:۔

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾(التوبۃ: ۱۱۳)

ترجمہ:(نبی (ﷺ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کو لائق نہیں، کہ جن پر ظاہر ہو گیا ہو کہ مشرکین اہلِ دوزخ ہیں تو ان کے لئے بخشش مانگیں۔خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔)

اس دعا کی حرمت کی وجہ بالکل ظاہر ہے، اور وہ یہ کہ دعا کرنا ان سے محبت کی نشانی ہے۔نیز یہ ظاہر کرتی ہے کہ مشرکین بھی صحیح عقیدے پر قائم ہیں۔(حالانکہ شرک اور مشرک انتہائی نجس اور پلید ہیں)

ثانیاً

مومنین سے محبت کی علامات

بہت سے امور ہیں جو مسلمانوں سے محبت کی علامت قرار پاتے ہیں۔ان میں بعض درج ذیل ہیں۔

(۱) سرزمین کفر کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف منتقل ہونا

ہجرت کا معنی ہے: اپنے دین کی سلامتی اور تحفظ کی خاطر کفار کی سرزمین کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں میں منتقل ہو جانا۔یہ ہجرت جس میں یہ عظیم الشان مقصد کارفرما ہے تا قیامِ قیامت باقی ہے اور واجب بھی۔

نبی ﷺ نے ہر اس شخص سے براءت اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جو مشرکین کے درمیان مقیم ہے۔

لہٰذا ایک مسلمان پر کفار کی سرزمین میں رہنا حرام ہے، الا یہ کہ وہ ہجرت کی طاقت نہ رکھتا ہو یا پھر اس کے سرزمینِ کفر میں رہنے کی کوئی دینی مصلحت ہو۔مثلاً: دعوت الی اللہ، یا تبلیغ دین وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا . فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴾ (النساء : ۹۷تا۹۹)

ترجمہ: (جولوگ اپنے جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں، کہ تم کس حال میں تھے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کا ملک فراخ نہیں تھا، کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی راستہ جانتے ہیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسوں کو معاف کر دے، اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔)

(۲) مسلمانوں کے ساتھ حسن تعاون

مسلمانوں کی مدد اور ان کی دینی ودنیاوی ضروریات میں جان ومال اور زبان کے ساتھ معاونت بھی محبت کی ایک نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ﴾ (التوبۃ:۷۱)

ترجمہ: (اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں......۔)

اور فرمایا:۔

﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ﴾ (الانفال:۷۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے الا یہ کہ وہ ایک قوم کے خلاف مدد طلب کریں جس کا تمہارے ساتھ کوئی معاہدہ ہے)

(۳) مسلمانوں کی تکلیف پر غمزدہ ہونا اور انکی خوشی پر خوش ہونا

یہ بھی باہم محبت اور الفت کی ایک زبردست نشانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

[مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ]

ترجمہ: (باہمی الفت ومحبت اور دوستی وشفقت کے لحاظ سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سے ہے کہ جس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتو سارا جسم بخار زدہ اور بیدار رہ کر اس تکلیف کا اظہار کرتا ہے۔]

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

[ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے ایک عمارت کی مانند ہے، جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے یہ مثال سمجھائی۔]

(٤) جذبۂ خیر خواہی:

مسلمانوں کے ساتھ خیرخواہی ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی چاہنا اور ہر قسم کی دھوکہ دہی اور مکر وفریب سے گریز کرنا بھی ان کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

[لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ]

ترجمہ:[تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے]

نیز فرمایا:۔

[اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَايَحْقِرُهُ وَلَايَخْذُلُهُ وَلَايُسْلِمُهُ ،بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمِ ،كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَا لُهُ وَعِرْضُهُ]

ترجمہ:[ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اسے حقیر سمجھتا ہے اور نہ ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے تکلیفوں کا نشانہ بننے کے لئے چھوڑتا ہے۔ آدمی کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔]

ایک اور حدیث میں فرمایا:۔

[لَا تَبَا غَضُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَلَاتَنَا جَشُوْا وَلَایَبِعُ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا]

ترجمہ:[آپس میں بغض نہ کرو، باہمی دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے کے سودے کو بگاڑنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے کے سودے پر اپنا سودا قائم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ]

(۵) عزت واحترام کی فضاء

مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کا احترام اور عزت وتوقیر بجالانا نیز تذلیل وتوہین اور عیب جوئی سے گریز کرنا باہمی محبت کی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِنْهُمْ وَلَانِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِنْهُنَّ وَلَاتَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَاتَنَا بَزُوْا بِالْاَ لْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰئِکَ هُمُ الظّٰا لِمُوْنَ . یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَاتَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوْااللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴾(الحجرات: ۱۱،۱۲)

ترجمہ:(مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مؤمن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے

کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے، (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈر رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)

(٦) ہر حال میں وفاداری:

مسلمانوں سے محبت اور دوستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہر حال میں ان کے ساتھ رہے خواہ تنگی ہو یا آسانی، سختی ہو یا نرمی، صرف آسانی اور نرمی کی حالت میں ساتھ دینا اور سختی اور تکلیف کی حالت میں ساتھ چھوڑ دینا تو منافقین کا شیوہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:۱۴۱)

ترجمہ: (جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں، اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے، اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھوں) سے بچایا نہیں۔ تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کو مؤمنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔)

(٧) زیارتوں اور ملاقاتوں کا تسلسل

مسلمانوں کا ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہنا، ملاقات کی چاہت رکھنا، اور مل جل کر بیٹھنے کا شوق رکھنا، باہمی محبت کی دلیل ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

[وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ...وفی حدیث آخر ...اَنَّ رَجُلاً زَارَ اَخًا لَّهٗ فِي اللّٰهِ فَاَرْصَدَ اللّٰهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا ، فَسَاَلَهٗ اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ اَزُوْرُ اَخًا لِيْ فِي اللّٰهِ . قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ ؟ قَالَ: لَا ،غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ]

ترجمہ: (محض میری رضا کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے والوں کے لئے میری

محبت واجب ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ایک آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لئے نکلا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھادیا جو اس کا انتظار کررہا تھا (جب وہ شخص وہاں پہنچا) تو اس فرشتے نے سوال کیا، کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے اپنے بھائی کو ملنے جارہا ہوں، فرشتے نے کہا کیا تمہارا کوئی اس پر احسان ہے، جس کا بدلہ وصول کرنے جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ میں صرف اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں، تو اس فرشتے نے کہا: میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نمائندہ ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ جس طرح تم نے اپنے اس بھائی سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر محبت کی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔

(۸) باہمی حقوق کا احترام:

حقوق کا احترام بھی محبت میں اضافہ کا موجب ہے، چنانچہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی خرید پر اپنی خرید نہیں لگاتا اور نہ ہی اس کی بولی پر بولی لگاتا ہے۔ نہ اس کی منگنی پر اپنی منگنی کا پیغام بھیجتا ہے۔ الغرض جس مباح کام پر جو سبقت لے جائے، دوسرا اس کے آڑے نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

[خبردار کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر اپنا سودا نہ کرے۔ نہ اس کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھجوائے]

ایک اور روایت میں ہے اور نہ اس کی لگائی ہوئی قیمت پر اپنی قیمت لگائے۔

(۹) کمزور کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ:

یہ مشفقانہ حسنِ سلوک بھی باہمی محبت کی علامت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

[لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا]

ترجمہ: [جو ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

[هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَا ئِكُمْ]

ترجمہ:[تمہیں صرف تمہارے کمزور لوگوں کی بدولت رزق بھی دیا جاتا ہے اور مدد بھی کی جاتی ہے]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

...رْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْ عُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّ نْيَا ﴾(الکھف:۲۸)

ترجمہ:(اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے رہو، اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائشِ زندگانیٔ دنیا کے خواستگار ہو جاؤ)

(۱۰) دعاء خیر :

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا اور استغفار چاہنا بھی باہمی محبت کی دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾(محمد:۱۹)

ترجمہ:(اپنے گناہوں اور تمام مؤمن مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت طلب کر)

اور اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر مؤمنین کی اسی دعا کا ذکر فرمایا ہے:۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾(الحشر:۱۰)

ترجمہ:(اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان تمام بھائیوں کو بھی بخش دے جو بحالتِ ایمان ہم سے پہلے گزر چکے ہیں)

تنبیہ:(قرآن حکیم کی ایک آیت سے کچھ لوگوں کو ایک غلط فہمی ہو سکتی ہے، جس کا ازالہ ضروری ہے) وہ آیت یہ ہے۔

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾(الممتحنة :۸)

ترجمہ:(جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے

نکالا۔ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے غلط فہمی کی بناء پر کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں بعض کفار سے دوستی اور محبت قائم کرنے کا حکم ملتا ہے۔

حالانکہ یہ مفہوم غلط ہے۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار میں سے جو شخص مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز آجائے، نہ تو ان سے جنگ کریں اور نہ ہی انہیں انکے گھروں سے نکالیں تو مسلمان اسکے مقابلے میں عدل و احسان کے ساتھ دنیوی معاملات میں مکافاتِ عمل اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں، نہ کہ ان سے دلی محبت اور دوستی کا رشتہ استوار کریں۔

تو گویا یہاں حکم نیکی اور احسان کا ہے، نہ کہ دوستی اور محبت کا، اس کی ایک اور مثال:۔

﴿ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾لقمان:۱۵)

ترجمہ:(اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے کہ جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ہاں! دنیا کے (کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے، اس کے رستے پر چلنا)

اسماء رضی اللہ عنھا کی والدہ جو کہ کافرہ تھیں، ان کی پاس آئیں اور ان سے ماں ہونے کے ناطے صلہ رحمی طلب کی، اسماء رضی اللہ عنھا نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

[اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ ﴾(المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ:(ایسے لوگ تمہیں نہیں ملیں گے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھتے ہوں، خواہ ان کے باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی مکافات اور صلہ رحمی اور شی ہے اور قلبی محبت اور دوستی بالکل دوسری شی ہے۔

بلکہ اس صلہ رحمی اور حسنِ معاملہ میں کفار کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا پہلو رکھا گیا ہے اور یہ چیز دعوتِ دین کے طرق میں سے ہے، جب کہ محبت اور دوستی کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، محبت اور دوستی تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کافر اپنے کفر پر صحیح ہے اور ہم اس سے راضی ہیں کیونکہ ایسا شخص اس کافر کو اسلام کی دعوت نہیں دے پاتا۔

یہاں یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ کفار سے دوستی اور محبت کے حرام ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے ساتھ دنیوی معاملات کرنا بھی حرام ہیں، نہیں، دنیوی معاملات کئے جاسکتے ہیں، مثلاً: جائز قسم کی تجارت کرنا، ان سے سامان اور مفید قسم کی مصنوعات منگوانا اور ان کی ایجادات سے فائدہ اٹھانا وغیرہ۔

نبی ﷺ نے ایک بار راستے کی رہنمائی کے لئے ابن اریقط اللیثی نامی کافر کو اجرت پر لیا تھا۔ اس کے علاوہ بعض یہودیوں سے قرضہ لینا بھی ثابت ہے۔

مسلمان ہمیشہ سے کفار سے مختلف مصنوعات اور سامان منگواتے رہے ہیں، یہ ایک چیز کا قیمت کے بدلے خریدنا ہے، اس میں ان کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے محبت اور دوستی اور کافروں سے بغض وعداوت کو واجب قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال:۷۲)

ترجمہ: (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ (الانفال:۷۳)

ترجمہ: (اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں، تو مومنو! اگر تم یہ کام نہ کرو گے تو ملک میں فساد برپا ہو جائے گا)

اس آیت کریمہ کے تحت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اگر تم مشرکین سے دور ہو کر نہیں رہو گے اور مومنین سے محبت نہیں کرو گے، تو لوگوں کے درمیان فتنہ واقع ہو جائے گا اور وہ اس طرح کہ مسلمانوں کا کافروں کے ساتھ اختلاط اور اقتباس لازم آئے گا، جس سے لوگوں کے درمیان بہت لمبا چوڑا فساد برپا ہو جائے گا"

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانے میں یہ سب کچھ ظاہر ہو چکا ہے (واللہ المستعان)



محبت یا نفرت کا حقدار ہونے کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام

دوستی یا دشمنی کے حقدار ہونے کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔

(۱)......وہ لوگ جو خالص محبت اور دوستی کیے جانے کے مستحق ہیں، ایسی محبت اور دوستی کہ جس میں عداوت یا نفرت کا کوئی عنصر شامل نہ ہو۔

(۲)......وہ لوگ جو بغض، عداوت اور نفرت کئے جانے کے مستحق ہیں، ایسی عداوت ونفرت کہ جس میں دوستی یا محبت کا کوئی عنصر شامل نہ ہو۔

(۳)......وہ لوگ جو بعض وجوہات کے اعتبار سے محبت کئے جانے اور بعض وجوہات کے اعتبار سے نفرت وعداوت کئے جانے کے مستحق ہیں۔

(۱) خالص محبت کئے جانے کے مستحق افراد

وہ لوگ جن سے خالص محبت کرنا واجب ہے، ایسی محبت جس میں عداوت یا نفرت کا شائبہ تک نہ ہو، وہ خالص مؤمنین کی جماعت ہے، جن میں سرِ فہرست انبیاء کرام کی جماعت ہے پھر صدیقین پھر شہداء اور صالحین ہیں۔

پھر انبیاءِ کرام میں سب سے مقدم وسرِ فہرست محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ سے ایسی محبت کرنا واجب ہے، جو اپنے نفس، اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں کی محبت پر حاوی اور غالب اور سب سے بڑھ کر ہو۔

پھر آپ کی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین اور دیگر اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہے۔ صحابہ کرام میں بطورِ خاص خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ مہاجرین اور انصار، بدری صحابہ، بیعتِ رضوان میں شریک صحابہ اور پھر بقیہ تمام صحابہ کرام ہیں، جو خالص محبت کے مستحق ہیں۔

پھر تابعین کرام پھر أئمہ اربعہ وغیرہ کی محبت قابلِ ذکر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: (اوران کے لئے بھی جو ان مہاجرین کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مؤمنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے)

جس کے دل میں ایمان ہوگا، وہ کبھی صحابہ کرام یا سلف صالحین سے بغض یا عداوت نہیں رکھے گا، اس مقدس جماعت سے بغض قائم کرنا کج رو، منافقین اور اسلام دشمن افراد کا شیوہ ہے، مثلاً: روافض اور خوارج وغیرہ...... ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۲) صرف بغض و عداوت رکھے جانے کے اہل افراد

یہ کفار، مشرکین، منافقین، مرتدین اور ملحدین کی جماعت ہے، جن کی اجناس مختلف ہیں (لیکن قدر مشترک یہ ہے کہ یہ تمام لوگ عقیدۂ خالصہ، عقیدۂ توحید کے منکر ہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ: (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، انہیں تم ایسے لوگوں سے دوستی رکھنے والا نہیں پاؤ گے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے ماں باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ . وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (المائدۃ:۸۰،۸۱)

ترجمہ: (تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے بُرا ہے۔ (وہ یہ) کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں

رہیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور پیغمبر ﷺ پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی، اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر بدکردار ہیں)

(۳) وہ افراد جو محبت اور عداوت دونوں کے مستحق ہیں

اس سے مراد وہ مؤمن ہیں کہ جن میں بوجوہ کچھ نافرمانیاں پائی جاتی ہے (لیکن عقیدہ صحیح ہے)

یہ لوگ اپنے حسنِ عقیدہ اور دولت ایمان کی وجہ سے محبت کئے جانے کے قابل ہیں، لیکن بعض نافرمانیوں کے مرتکب ہونے کی بناء پر ناراضگی کے مستحق ہیں۔

شرط یہ ہے کہ ان کی نافرمانی کفر یا شرک کی حد کو نہ پہنچتی ہو۔ (کیونکہ اگر ان کی نافرمانی کفر یا شرک کی حدود تک پہنچ گئی تو پھر یہ لوگ بھی دعوئ ایمانی کے باوجود مکمل نفرت اور بغض کے مستحق ہیں)

ایسے لوگوں کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور جن نافرمانیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کا انکار کیا جائے۔

ان لوگوں کی نافرمانیوں پر خاموش رہنا جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم جذبۂ خیر خواہی کا بھرپور برتاؤ ضروری ہے۔

اور اگر ان کی معصیت ایسی ہو جو شرعی حد کو واجب کرتی ہے تو پھر اس حد یا تعزیر کا نفاذ تا آنکہ اپنی معصیت سے باز آ کر توبہ نہ کرلیں بھی خیر خواہی ہے۔

ایسے لوگوں سے مکمل بغض، ناراضگی اور نفرت روا نہیں ہے، جیسا کہ خوارج کا شیوہ ہے۔

بلکہ ان کی بابت اعتدال کا دامن تھامے رہنا چاہئے، چنانچہ حسنِ عقیدہ کی بناء پر دوستی اور محبت کا برتاؤ کیا جائے اور معصیتوں کے ارتکاب کی بناء پر ناراضگی و نفرت کا اظہار کیا جائے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

شرعی ہدایت یہ ہے کہ کسی سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر اور عداوت ہو تو اللہ تعالیٰ کی خاطر، یہ عقیدہ ایمان کی مضبوط ترین کڑی ہے، بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ [قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے دنیا میں محبت کی]

[اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ فِي الدُّنيا]

لیکن آج کل حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں، عموی طور پر لوگوں کی دوستیاں اور دشمنیاں دنیا کی بنیاد پر قائم ہو چکی ہیں۔

جس سے کوئی دنیوی لالچ یا طمع یا مفاد ہو، اس سے دوستی اور محبت کے رشتے قائم کر لئے جاتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

ابن جریر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے:۔

[مَنْ أَحَبَّ فِي اللّٰهِ وَأَبْغَضَ فِي اللّٰهِ وَوَالَى فِي اللّٰهِ وَعَادَى فِي اللّٰهِ فَإِنَّمَا تَنَالُ وِلَايَةَ اللّٰهِ بِذٰلِكَ ، وَقَدْ صَارَتْ عَامَةُ مُؤَاخَاةِ النَّاسِ عَلٰى أَمْرِ الدُّنْيَا وَذٰلِكَ لَايُجْدِيْ عَلٰى اَهْلِهٖ شَيْئًا](رواہ ابن جریر)

ترجمہ:[جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے نفرت کی، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دوستی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کی، تو وہ اپنے اس نہایت شاندار کردار سے اللہ تعالیٰ کی دوستی اور قرب حاصل کر لے گا۔ لیکن افسوس آج لوگوں کی دوستی اور اخوت دنیوی مفادات پر قائم ہے جو بالکل بے فائدہ اور بے اثر سی روش ہے]

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال :[قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ]

ترجمہ: جناب ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے کسی دوست سے عداوت قائم کی، میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے]

اس جنگ کا سب سے زیادہ خطرہ مول لینے والا وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض وعداوت رکھے، ان کی شان میں گستاخانہ رویہ اپنائے اور ان کی تنقیصِ شان کی سعی لاحاصل میں مصروف رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

[میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، انہیں اپنی تنقید کا نشانہ نہ بناؤ، جس نے

انہیں کوئی تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اللہ تعالیٰ اسے عنقریب صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالے گا] (ترمذی شریف)

افسوس کہ بعض گمراہ فرقوں کا مذہب اور عقیدہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عداوت پر قائم ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اس کے غضب اور دردناک عذاب سے پناہ چاہتے ہیں اور عفو وعافیت کے سائل وخواستگار ہیں۔

وصلی اللہ علیہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم